ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

خالدہ حسین کے افسانوں میں عورت کی نفسیات اور سماجی مسائل: ایک فکری و ادبی مطالعہ

WOMEN'S PSYCHOLOGY AND SOCIAL ISSUES IN KHALIDA HUSSAIN'S SHORT STORIES: AN INTELLECTUAL AND LITERARY STUDY

ڈاکٹر محمد رفیق بھٹی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، دی امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز، لاہور

ڈاکٹر کنور ظفر اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، دی امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز، لاہور

ڈاکٹر فوزیہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، دی امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز، لاہور

Abstract

This study explores the psychological depth and social issues of women as reflected in the short stories of Khalida Hussain, one of the most prominent feminist voices in Urdu literature. Hussain's fiction delves into the inner world of women, portraying their anxieties, insecurities, and struggles against patriarchal structures. Her stories highlight how social norms, gender discrimination, and cultural constraints shape women's identities and often confine them to roles defined by men. At the same time, she presents women as complex individuals with their own inner consciousness and existential dilemmas. Through symbolic and abstract techniques, Khalida Hussain skillfully conveys women's sense of alienation, their suppressed emotions, and their constant search for identity and security. Stories such as Darakhth *(The Tree),* Tafteesh *(The Interrogation), and* Masroof Aurat *(The Busy Woman) exemplify her ability to blend psychological realism with social critique. Her female characters not only reflect personal suffering but also embody the collective struggle of women in a patriarchal society.By comparing her creative vision to that of Munshi Premchand, this article demonstrates that Hussain's work, like his, carries a strong reformist impulse. Ultimately, her stories transcend the boundaries of gender to address universal human concerns, making her contribution to Urdu literature both intellectually profound and socially significant.*

Keywords: *psychological depth, cultural constraints, existential dilemmas, collective struggle demonstrates, Hussain's work, intellectually profound.*

انسانی وجود بنیادی طور پر دو طبقات پر مشتمل ہے: مرد اور عورت۔ عورت کو انسان کی نسوانی صورت کہا گیا ہے جو کئی حوالوں سے مرد سے مختلف ہے۔ مرد اور عورت کے مابین یہ فرق دو جہتوں پر قائم ہے: جنس (Sex) اور صنف (Gender)۔ جنس ایک فطری اور حیاتیاتی حقیقت ہے، لیکن صنف وہ درجہ بندی ہے جو معاشرہ خود تراشتا ہے تاکہ کسی طبقے کو زیادہ اختیارات بخشے اور دوسرے کو محدود رکھے۔ چنانچہ شجاعت، قیادت، مہم جوئی اور فکری صلاحیت کو مرد سے جوڑ دیا گیا، جب کہ نازکی، کمزوری، ضد، شرم و حیا اور رقیق القلبی جیسی صفات عورت کے ساتھ مخصوص کر کے اسے بڑی صلاحیتوں سے محروم کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کو ہمیشہ سے ایک قدیم، پیچیدہ اور مشکل موضوع سمجھا گیا، کیونکہ ہر دور میں اسے حقیقت کی بجائے تصورات اور مفروضات کے آئینے سے دیکھا گیا۔

اردو ادب میں تانیثی فکر اور نسائی ادبی رجحانات پر جن ادیبوں، افسانہ نگاروں اور ناول نگاروں نے گہرا اثر ڈالا ہے، ان میں خالدہ حسین کا نام خاص طور پر نمایاں ہے۔ وہ صرف ایک افسانہ نگار نہیں بلکہ ایک ایسی تخلیق کار ہیں جنھوں نے عورت کے باطن اور اس کی داخلی دنیا کو بے حد باریک بینی اور گہرائی کے ساتھ اجاگر کیا۔ ان کی تحریروں میں تانیثی شعور نہ صرف جھلکتا ہے بلکہ شدت کے ساتھ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ خالدہ حسین کی فکشن عورت کے ان پوشیدہ گوشوں کو سامنے لاتی ہے جنہیں عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا جن پر بات کرنے سے معاشرہ کتراتا ہے۔ انھوں نے عورت کی شخصیت کو محض ایک روایتی کردار کے طور پر نہیں بلکہ ایک مکمل انسان کے طور پر پیش کیا۔ ان کے افسانوں میں عورت کے وساوس، اندیشے، خوف، احساسِ کمتری اور بے یقینی کا بیان علامتی اور تجریدی انداز میں اس طرح کیا گیا ہے کہ قاری عورت

کے داخلی کرب سے براہِ راست آشنا ہوتا ہے۔ جب عورت کے خارجی دکھ، سماجی دباؤ اور گھریلو ذمہ داریاں اس کے باطن میں سرایت کرتی ہیں تو خالدہ حسین بڑی باریکی اور فنکارانہ مہارت سے عورت کی اس اندرونی اذیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں کو محض سماجی مسائل کی عکاسی نہیں بلکہ ایک نفسیاتی اور فلسفیانہ مطالعہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ خالدہ حسین کے کردار اکثر ایسے پس منظر سے تعلق رکھتے ہیں جہاں عورت کا وجود مسلسل جبر، استحصال اور احساسِ عدم تحفظ سے دوچار ہے۔ وہ یہ دکھاتی ہیں کہ کس طرح عورت اپنے وجود کی پہچان کے لیے جدوجہد کرتی ہے اور اس دوران اسے سماج کی سخت رویوں، مردانہ بالادستی اور مذہبی و ثقافتی قدغنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے اسلوب میں علامت اور تجرید اس حد تک رچی بسی ہے کہ عورت کی نفسیاتی کیفیات قاری کے سامنے پوری شدت کے ساتھ نمایاں ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خالدہ حسین کی تخلیقات کو اردو ادب میں تانیثی فکر کا سنگِ میل قرار دیا جاتا ہے۔ وہ عورت کو ایک ایسی ہستی کے طور پر دیکھتی ہیں جو صرف ماں، بہن، بیوی یا بیٹی کے رشتوں میں محدود نہیں بلکہ ایک مکمل وجود ہے، جس کا باطن بھی ہے اور جس کی شناخت اس کے انفرادی وجود سے جڑی ہوئی ہے۔ ان کے افسانے عورت کے وجود کی اسی شناخت کی تلاش کا سفر ہیں۔

خالدہ حسین کی کوشش یہ رہی کہ عورت کے دکھ اور اذیت کو کسی طرح کم یا ختم کیا جاسکے، مگر افسوس یہ ہے کہ موجودہ عہد کی عورت کے اندر بے یقینی اور تکلیف کے احساسات پہلے سے کہیں زیادہ شدت اختیار کر گئے ہیں۔ ان کی بیشتر کہانیاں متوسط طبقے کے گھریلو ماحول کو پیش کرتی ہیں، جہاں عورت مرد کے ساتھ مل کر گھریلو معیشت کو سہارا دیتی ہے۔ اکثر اوقات وہ مرد سے بھی زیادہ مشقت کرتی ہے، لیکن اس کی محنت کو نہ تو تسلیم کیا جاتا ہے اور نہ ہی اسے اس کا جائز مقام دیا جاتا ہے۔ معاشرے میں عورت کو ایک کمتر مخلوق سمجھ کر صرف جسمانی خواہشات کی تکمیل کا وسیلہ تصور کیا جاتا ہے، اور اس کے بنیادی انسانی حقوق پامال کرنا ایک عام رویہ بن چکا ہے۔ ڈاکٹر تحسین بی بی اس حقیقت کو یوں بیان کرتی ہیں:

> "خالدہ حسین کے افسانوں میں سماجی مسائل، سیاسی جبر و گھٹن کی چکی میں لپٹی عورت ہے جو عدم تحفظ، نفرت اور تشکیک کا شکار ہو کر اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے۔ اپنی پہچان و شناخت اور حقوق کی تلاش میں اس پر یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ مردانہ سماج میں بسنے والی یہ عورت زمانہ قدیم کی طرح آج بھی بے بس، مجبور و اجنبی اور ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اس ٹکڑوں میں تقسیم عورت کا آشوب خالدہ حسین کے افسانوں کا موضوع بنتا ہے"۔(۱)

خالدہ حسین نے عورت کی زندگی کے ہر طبقے اور اس کے مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ وہ کبھی معاشرے کو عورت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور کبھی عورت کو مرد کی نظر سے پرکھتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں ایک ایسی بے قرار اور بے سہارا روح ابھرتی ہے جو اپنے وجود کی پہچان کی جستجو میں بھٹکتی ہے اور سماج میں اپنا مقام تلاش کرنے کی جدوجہد کرتی ہے۔ انہوں نے نہایت مدلل انداز میں یہ حقیقت واضح کی کہ جس مرد کو عورت کا محافظ کہا جاتا ہے، وہی جب اس کے لیے خوف، تنہائی اور استحصال کا سبب بن جائے تو عورت کے لیے تحفظ کی امید کہاں باقی رہ جاتی ہے؟ یہی رویے عورت کو مسلسل اس احساس میں مبتلا رکھتے ہیں کہ وہ اس سماج میں غیر محفوظ ہے۔ ان کے افسانوں میں یہ احساس بار بار اور شدت کے ساتھ جھلکتا ہے۔ خالدہ حسین نے ساٹھ کی دہائی میں افسانہ نگاری کا آغاز کیا۔ ان کے ابتدائی افسانے "سواری"، "ہزار پایہ" اور "آخری سمت" ادبی اعتبار سے نہایت اہم اور جاذبِ نظر ہیں۔ ان میں پیش کیے گئے کردار انسانی زندگی کی بے معنویت، بے مقصدیت اور تنہائی کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ کردار صوفیانہ احساس کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ فکری اور فنی سطح پر اپنی ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ خالدہ حسین نے عورت کی نفسیات کو صرف معاشرتی حوالوں سے ہی نہیں بلکہ تصوف اور فلسفۂ وجودیت کی روشنی میں بھی بڑی مہارت سے بیان کیا ہے۔ ان کے افسانے "آخری سمت" سے لیا گیا یہ اقتباس اس جہت کو نمایاں کرتا ہے:

> "اس کو یقین سا ہو گیا کہ جب وہ کسی روز آئینے کے سامنے رکے گی تو ایک کی بجائے اس کے دو وجود ساتھ کھڑے نظر آئیں گے یا یہ کہ چلتے چلتے کسی روز وہ اپنے آپ سے ٹکرا جائے گی"۔(۲)

خالدہ حسین کے تمام افسانوی مجموعے ان کی فنکارانہ مہارت، فکری گہرائی اور ادبی کمال کے آئینہ دار ہیں۔ ان کے افسانوں میں انسانی وجود کے مسائل، عورت کے داخلی و خارجی کرب، معاشرتی گھٹن، سیاسی دباؤ اور وجودی سوالات کو بڑی مہارت سے پیش کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوی مجموعے نہ صرف ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں بلکہ سماجی اور فکری حوالے سے بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "پہچان" ان کی ادبی زندگی کا سنگِ میل ہے۔ اس مجموعے میں عورت کے وجود کو اس کی بے بسی، عدم تحفظ اور مظلومیت کے مختلف رنگوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہاں عورت نہ صرف اپنے ذاتی مسائل سے دوچار نظر آتی ہے بلکہ معاشرتی اور سیاسی دباؤ کے سبب بھی گھٹن کا شکار دکھائی دیتی ہے۔ خالدہ حسین نے ان موضوعات کو محض بیانیہ انداز میں نہیں بلکہ علامتی اور تجریدی اسلوب کے ذریعے بیان کیا، جس نے افسانوں کو ایک گہری معنویت عطا کی۔ "پہچان" کے اہم افسانوں میں "ایک بوند لہو کی"، "چینی کا پیالہ"، "مٹی"، "سواری"، "آخری سمت"، "ہزار پایہ"، "ایک رپورتاژ"،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"سایہ"، "پہچان" اور "پرندہ " شامل ہیں۔ یہ تمام کہانیاں ان کے عصری شعور اور عورت کے وجودی مسائل کے ادراک کی بہترین مثال ہیں۔ ہر کہانی عورت کے کرب اور اس کے وجود کی تلاش کو ایک نئے زاویے سے سامنے لاتی ہے۔

ان کا دوسرا افسانوی مجموعہ "دروازہ " بھی ادبی دنیا میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اس مجموعے کے افسانے محض قصے کہانیاں نہیں بلکہ اس دور کی سماجی و سیاسی صورتِ حال کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ ان افسانوں میں عورت کے مسائل کے ساتھ ساتھ معاشرتی جبر اور انسان کی بے بسی کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کے نمایاں افسانوں میں "تفتیش"، "آدمی عورت"، "الاؤ"، "دروازہ"، "مکڑی"، "نامہ بر"، "بھٹی" اور "کنواں "شامل ہیں۔ ان افسانوں میں قاری کو نہ صرف عورت کی مظلومیت کا احساس ہوتا ہے بلکہ اس بات کا بھی شدت سے ادراک ہوتا ہے کہ کس طرح سماجی ڈھانچے میں عورت کی حیثیت غیر محفوظ اور کمزور کر دی گئی ہے۔ یوں "پہچان" اور "دروازہ" دونوں مجموعے خالدہ حسین کی تخلیقی بصیرت اور فنی پختگی کے عکاس ہیں۔ ان میں عورت کی بے بسی اور کرب کے ساتھ ساتھ پورے معاشرتی ڈھانچے کے تضادات اور محرومیوں کو بڑی باریک بینی سے اجاگر کیا گیا ہے۔

"ان افسانوں میں تجس، نارسائی کا کرب نفسی کلش اور سیاسی و سماجی صورت حال کا علامتی اظہار کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کے متعدد افسانے فنی اعتبار سے اعلیٰ پائے کی تحقیقات میں۔(۳)

خالدہ حسین کے افسانوی سفر میں ان کے ہر مجموعے نے ادب میں ایک نئی جہت پیدا کی۔ ان کے ہاں عورت کا وجود، انسانی نفسیات، سماجی مسائل اور سیاسی جبر مختلف انداز میں سامنے آتے ہیں۔ ان کی فنی پختگی اور فکری بصیرت کا اندازہ ان کے ہر مجموعے کے موضوعات اور اسلوب سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ خالدہ حسین کے مجموعہ "مصروف عورت "میں عورت کی داخلی اور خارجی زندگی کے مسائل کو ایک نئے زاویے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کے اہم افسانے "مکالمہ"، "اظہار وجوہ"، "مصروف عورت"، "زوال پسند عورت" اور "سقوط "ہیں۔ ان افسانوں میں عورت کی شخصیت کو مختلف خانوں میں تقسیم دکھایا گیا ہے۔ خاص طور پر افسانہ "مصروف عورت "میں ایک ایسی عورت سامنے آتی ہے جو اپنی اصل ہستی کو بھلا کر معاشرتی توقعات کے مطابق مختلف چہرے اور کردار اپناتی رہتی ہے۔ وہ اپنے گھر کے ایک کمرے میں تراشے گئے مختلف نقابوں کو باری باری پہنتی ہے اور ہر نقاب اس کی زندگی کے الگ تقاضے پورے کرتا ہے۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت کی اصل ذات کو نظر انداز کر کے اس سے ہمیشہ نئے کردار ادا کرنے کی امید رکھی جاتی ہے۔ اس مجموعے کے افسانے عورت کی زندگی کی تھکن، اس کے کرب اور اس کی قربانیوں کی جھلک پیش کرتے ہیں اور یہ واضح کرتے ہیں کہ عورت کی نفسیاتی اور وجودی پیچیدگیوں کو سماج کس طرح نظر انداز کرتا رہا ہے۔

ان کا دوسرا اہم مجموعہ "ہیں خواب میں ہنوز "ہے جو ان کی فنی پختگی اور انسانی نفسیات کے گہرے مشاہدے کا عکاس ہے۔ اس مجموعے میں شامل کہانیاں جیسے "فشاد الدوم"، "گھڑی"، "جھاڑو"، "الساعت"، "طلسم ہوشربا" اور "پہاڑ "انسانی ذہن کی پیچیدہ کیفیات کو بیان کرتی ہیں۔ یہاں کردار کبھی وقت کی تیزی اور زندگی کی تکرار سے نجات چاہتے ہیں تو کبھی اپنی اندرونی دنیا کے طلسم میں قید ہو جاتے ہیں۔ یہ کہانیاں وجودی فکر اور انسانی شعور کی باریکیوں کو سامنے لاتی ہیں۔ "گھڑی" اور "الساعت" جیسے افسانے وقت کی علامت کے ذریعے انسان کی بے بسی اور اس کے وجودی خلا کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان افسانوں میں عورت اور مرد دونوں کو ایک ایسی دنیا میں دکھایا گیا ہے جہاں خواب اور حقیقت کے درمیان لکیر دھندلی ہو جاتی ہے، اور یہ دھندلاہٹ انسان کے کرب اور اضطراب کو مزید بڑھا دیتی ہے۔ خالدہ حسین کا ایک اور اہم افسانوی مجموعہ "میں یہاں ہوں "ہے۔ اس میں زیادہ تر افسانے سیاسی اور سماجی مسائل کی عکاسی کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ان میں صوفیانہ رنگ بھی جھلکتا ہے۔ اس مجموعے کے نمایاں افسانوں میں "رہائی"، "تیسرا پہر"، "میں یہاں ہوں"، "سلسلہ"، "یار من پیا"، "فن کار"، "قفل ابجد"، "جزیرہ" اور "ابن آدم "شامل ہیں۔ ان افسانوں میں ایک طرف انسان کے روحانی سفر کو بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف معاشرتی جبر، ناانصافی اور تضادات کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ "یار من پیا" اور "قفل ابجد" جیسے افسانے صوفیانہ فکر اور روحانی واردات کا عکس ہیں جبکہ "رہائی" اور "تیسرا پہر" میں معاشرتی گھٹن اور آزادی کی تلاش کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ قاری کو اس سوچ پر مجبور کرتا ہے کہ انسانی زندگی محض مادی تقاضوں تک محدود نہیں بلکہ اس کا ایک باطنی اور روحانی پہلو بھی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

خالدہ حسین کے آخری افسانوی مجموعے کا عنوان "جینے کی پابندی "ہے۔ یہ مجموعہ ان کے فکری سفر کا نچوڑ اور ان کی ادبی بصیرت کا بہترین عکاس ہے۔ اس میں شامل کہانیوں میں انسانی وجود کی معنویت، شناخت کا بحران، تنہائی، ذہنی اور قلبی انتشار، بڑھاپے کے مسائل اور کمزور اعتقادات کو بڑی فنکارانہ مہارت سے پیش کیا گیا ہے۔ ان افسانوں کے نسوانی کردار اپنی حقیقت اور وجود کی تلاش میں مشکل راستے اختیار کرتے ہیں۔ وہ معاشرتی دباؤ اور ذاتی الجھنوں کے باوجود اپنے وجودی سوالات کے جواب تلاش کرنے کی جستجو میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اس مجموعے کے کئی افسانے جیسے "ایک دفعہ کا ذکر ہے"، "آخری سمت"، "ڈولی"، "مصروف عورت" اور "زوال پسند عورت "عورت

کی بے بسی، اس کے خوف اور وجودی خلا کو نہایت گہرائی کے ساتھ سامنے لاتے ہیں۔ ان میں عورت کی وہ شخصیت ابھرتی ہے جو بظاہر مظلوم اور مجبور دکھائی دیتی ہے لیکن اندرونی طور پر اپنی شناخت کی کھوج میں مسلسل جدوجہد کر رہی ہوتی ہے۔

"جینے کی پابندی" میں عورت کے بڑھاپے اور تنہائی کا دکھ بھی نمایاں ہے۔ یہاں عورت کو نہ صرف سماجی رویوں سے جدوجہد کرتے دکھایا گیا ہے بلکہ اس کے اپنے اندر کے خوف اور بے معنویت سے بھی نبرد آزما دکھایا گیا ہے۔ اس مجموعے کے کردار قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ زندگی محض جینے کا نام نہیں بلکہ اس کا ہر لمحہ اپنے اندر فلسفیانہ سوالات اور وجودی تناؤ سمیٹے ہوئے ہے۔ جس کا اظہار طاہر اقبال اپنے مضمون میں یوں کرتی ہیں:

"ان کی کہانیوں کی بنت میں خوف کا ایک پر اسرار ہاتھ کار فرمار ہتا ہے جو وجودی فلسفے کی ازلی تنہائی، لایعنیت و بے معنویت کی تعمیر کرتا ہے، جس کا شکار بیشتر کہانیوں میں عورت ذات ہے"۔(۴)

خالدہ حسین کے افسانوی کینوس پر ایک نمایاں رنگ انسان کے دوسرے انسان پر روا رکھے جانے والے جسمانی اور جذباتی تشدد کے خلاف ان کی شدید مزاحمت کا ہے۔ انہوں نے اس پہلو کو نہایت گہرائی اور علامتی انداز میں بیان کیا ہے تاکہ قاری محض کہانی نہ پڑھے بلکہ اس کے باطن میں ایک اضطراب اور سوال بھی پیدا ہو۔ ان کا افسانہ "درخت" اس رویے کی ایک زندہ اور بھرپور مثال ہے۔ اس کہانی میں عورت کو ایک درخت کی صورت میں پیش کیا گیا ہے جو بستی کے وسط میں قید ہے۔ بستی والے ہاتھوں میں آریاں لیے اس درخت کو کاٹنے کے لیے بے تاب کھڑے ہیں۔ درخت کے اندر قید عورت چیخ رہی ہے، فریاد کر رہی ہے، آہ و بکا کر رہی ہے لیکن افسوس کہ اس کی آواز کسی کے کان تک نہیں پہنچتی۔ یہ منظر محض ایک علامتی تاثر نہیں بلکہ معاشرے کی سخت گیر اور ظالمانہ روش کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں یہ سوال شدت سے جنم لیتا ہے کہ کیا ہم واقعی اس عورت کو اپنی بے حسی اور ظلم کی تیز دھار سے کاٹ ڈالیں گے؟ کیا یہ درخت صرف ایک درخت ہے یا دراصل ہمارا اپنا ہی وجود ہے؟ کیا یہ عورت جو درخت کے اندر قید ہے ہماری اپنی ذات، ہماری تخلیقی حسیات اور ہمارے اجتماعی ضمیر کا استعارہ نہیں؟ یہ افسانہ ہمیں جھنجھوڑ کر یہ احساس دلاتا ہے کہ ہم بحیثیت معاشرہ نہ صرف عورت کو بلکہ معصوم بچوں، غریب جھگی نشینوں، بے گھر انسانوں اور حتیٰ کہ علم و دانش کی علامت کتب خانوں کو بھی اپنی اندھی نفرت اور غیر انسانی رویوں کی بھٹی میں جھونک رہے ہیں۔ خالدہ حسین کا یہ سوال بار بار قاری کو لرزا دیتا ہے کہ آخر ہم یہ ظلم کیوں ڈھا رہے ہیں؟ آخر اس تباہی کی وجہ کیا ہے اور اس کا انجام کہاں جا کر رکے گا؟

اسی تسلسل میں ان کا افسانہ "تفتیش" بھی ایک نہایت چونکا دینے والی اور فکر انگیز کہانی ہے جو عورت کی بے بسی اور مظلومیت کو ایک نئے تناظر میں اجاگر کرتی ہے۔ اس افسانے میں ایک عام اور گھریلو عورت کو اچانک ملک و قوم کے مفاد کے نام پر تفتیش کے لیے بلا لیا جاتا ہے۔ وہ عورت نہ تو کسی جرائم پیشہ گروہ سے وابستہ ہوتی ہے اور نہ ہی کسی غیر قانونی سرگرمی میں شریک، لیکن پھر بھی اسے ریاستی جبر اور طاقت کے سامنے جواب دہ بنا دیا جاتا ہے۔ پوری کہانی کے دوران وہ عورت بار بار سوچتی اور کرب میں مبتلا رہتی ہے کہ اس کا قصور کیا ہے؟ وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہتی ہے کہ ایک عام اور معصوم عورت کو کیوں مجرموں کی صف میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ کہانی کے اختتام پر قاری یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جب ایک سادہ اور بے ضرر عورت کو بھی تحفظ فراہم نہ کیا جا سکے، تو پھر اس سماج میں باقی عورتوں اور کمزور طبقوں کے لیے انصاف اور تحفظ کہاں سے آئے گا؟ "درخت" اور "تفتیش" جیسے افسانے اس بات کا عملی ثبوت ہیں کہ خالدہ حسین محض قصے کہانیاں بیان کرنے والی افسانہ نگار نہیں بلکہ وہ ایک ایسی حساس تخلیق کار ہیں جو اپنے قاری کے ذہن اور دل کو جھنجھوڑ کر سماج کے رویوں پر سوال اٹھاتی ہیں۔ ان کے افسانے عورت کے کرب کو اس کے اصل تناظر میں بیان کرتے ہیں اور یہ دکھاتے ہیں کہ عورت کی بے بسی محض اس کی ذاتی کمزوری نہیں بلکہ یہ ایک اجتماعی المیہ ہے جو سماج کے ڈھانچے اور رویوں سے جنم لیتا ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو خالدہ حسین کے افسانوں کو محض ادبی تخلیقات نہیں بلکہ ایک سماجی دستاویز کی حیثیت دیتا ہے، جس میں عورت کی زندگی کا دکھ، اس کی مجبوری اور اس کا احتجاج پوری شدت کے ساتھ محفوظ ہو جاتا ہے۔

"وہ اُٹھی، دیوار پر گھڑی بند تھی، اس کی سوئیاں جم گئی تھیں اور اس کی کلائی اور دل پر نیلے نشان تھے"۔(۵)

خالدہ حسین کے نزدیک عورت کی زندگی ایک مسلسل محنت اور مشقت سے عبارت ہے، لیکن اس کٹھن جدوجہد کے باوجود وہ سکون اور اطمینان کی متلاشی رہتی ہے۔ ان کے افسانوں میں عورت کو ایک ایسے معاشرے میں دکھایا گیا ہے جو اس کے ساتھ متضاد رویہ اختیار کرتا ہے۔ ایک طرف تو عورت کو محنت میں مرد کے برابر یا بعض اوقات اس سے زیادہ ذمہ داریاں نبھانی پڑتی ہیں، لیکن دوسری طرف اسی عورت کی ذہانت اور قابلیت کو تسلیم کرنے کے بجائے اسے کم تر سمجھا جاتا ہے۔ شادی شدہ زندگی میں یہ رویہ اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے، جہاں عورت کو بیوی کے روپ میں کبھی مکمل قبولیت نہیں ملتی۔ اگر عورت ذہین، فہیم اور خود شعور ہو تو اسے گھریلو زندگی میں اپنے شوہر کے مقابل زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ وہ اندھی اطاعت کرنے کے بجائے سوال کرنے اور اپنی رائے دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی عورت کو

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

معاشرتی پیمانے پر "کامیاب بیوی" نہیں کہا جاتا۔ اس کے برعکس، جو عورت چپ چاپ شوہر کے ہر حکم کے آگے سر جھکا دے، خواہ وہ ذہنی طور پر کمزور اور صلاحیتوں سے عاری ہی کیوں نہ ہو، اسے ازدواجی زندگی میں کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ یوں گھریلو فضا میں وہی عورت "اچھے کردار" کی حامل قرار پاتی ہے جو مرد کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور اس کی برتری کو بلا سوال قبول کرے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عورت اور مرد بنیادی طور پر برابر ہیں۔ عورت محض جسمانی وجود نہیں بلکہ اس کا ایک باطنی اور نفسیاتی وجود بھی ہے جسے سمجھنا اور تسلیم کرنا ضروری ہے۔

خالدہ حسین نے اپنے مشہور افسانے "مصروف عورت" میں اسی تضاد اور عورت کے اندرونی بحران کو فلسفیانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ افسانہ عورت کے وجود کا ایک بھرپور استعارہ ہے۔ کہانی میں ایک عورت کو دکھایا گیا ہے جو اپنے گھر کے ایک تاریک اور خاموش کمرے میں موجود ہے اور اس کمرے کی دیواروں پر طاق بنے ہیں جن میں مختلف چہرے یا مکھوٹے سجے ہوئے ہیں۔ عورت دن بھر ان مکھوٹوں کو ایک کے بعد دوسرا پہنتی ہے اور ان کے ذریعے اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ جب ایک کردار یا چہرے کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو وہ دوسرا نقاب پہن کر اگلے کردار کی ذمہ داری پوری کرنے لگتی ہے۔ یہ صورتحال اس تلخ حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ معاشرے میں ہر فرد عورت سے اپنی مخصوص توقعات وابستہ کرتا ہے۔ عورت کو کبھی بیوی، کبھی ماں، کبھی بہن اور کبھی ملازمہ کے روپ میں دیکھا جاتا ہے، مگر اس کی اصل ذات اور اس کے حقیقی وجود کو کوئی نہیں پہچانتا۔ معاشرہ اس کی قربانیوں کو محسوس کرنے کے بجائے محض اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اس سے کردار ادا کرواتا رہتا ہے۔ "مصروف عورت" کا کردار دن رات کاموں کے ایک جنگل سے گزرتا ہے۔ وہ ہر دن یہ سوچ کر رات کو تھکی ہوئی سو جاتی ہے کہ شاید اب اسے سکون ملے گا، لیکن اگلی صبح وہی جنگل پھر اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو عورت کو تھکن، بے معنویت اور نفسیاتی بوجھ کا شکار بنا دیتا ہے۔ اس افسانے میں عورت کی شخصیت مختلف خانوں میں بٹی ہوئی دکھائی دیتی ہے، وہ ہر دن اپنی ذات کے ٹکڑوں کو جوڑ کر معاشرتی کردار ادا کرتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کی اصل ذات ہمیشہ نظر انداز رہتی ہے۔ خالدہ حسین نے اس افسانے کے ذریعے نہ صرف عورت کی مسلسل جدوجہد کو پیش کیا بلکہ یہ بھی واضح کیا کہ عورت کے وجود کو سمجھنے کے لیے اس کے باطنی کرب اور نفسیاتی کیفیتوں کا اعتراف ضروری ہے۔

> "میرے گھر میں ایک خاموش تاریک کمرہ ہے، اس کی دیواروں میں نیچے سے اوپر تک طاق بنے ہیں اور ان سب میں وہ چہرے دھرے ہیں جنھیں میں ایک ایک کر کے پہنتی ہوں۔ دن کے مختلف حصوں میں اپنے کام نمٹاتی چلی جاتی ہوں، اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔ ہر کام کے لیے مجھے مناسب پر سونا استعمال کرنا پڑتا ہے جس میں ایک کے بعد ایک پر سونا پہن کر تمام کام کرتی چلی جاتی ہوں کسی فلم کے فاسٹ موشن کی طرح۔"۔(۶)

انسانی زندگی میں یکسانیت (monotony) کا تصور ہر فرد کے لیے الگ الگ معنویت رکھتا ہے۔ کچھ لوگ اس کو معمولاتِ زندگی کی سادہ روانی سمجھتے ہیں جبکہ بعض افراد اسے اپنی ذات پر ایک بوجھ یا قید تصور کرتے ہیں۔ خاص طور پر عورتیں اس یکسانیت کو مردوں کی نسبت زیادہ شدت اور گہرائی سے محسوس کرتی ہیں، کیونکہ ان کی زندگی گھریلو اور معاشرتی ذمے داریوں کی ایک نہ ختم ہونے والی تکرار میں الجھی رہتی ہے۔ خالدہ حسین نے اپنے کئی افسانوں میں عورت کی اسی کیفیت کو موضوع بنایا اور یہ دکھایا کہ کس طرح روزمرہ زندگی کی تکرار عورت کے احساسات، جذبات اور نفسیات پر اثر انداز ہوتی ہے۔

ان کا افسانہ "دھوپ چھاؤں" اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ اس کہانی میں ایک بالکل سادہ سا واقعہ پیش کر کے عورت کی زندگی میں یکسانیت اور اس کی باریکیوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ معمولی سا لمحہ عورت کے احساسات میں ایک غیر معمولی معنویت اختیار کر لیتا ہے۔ کہانی میں ایک لڑکی سائیکل کے کیریئر پر بیٹھی ہے۔ وہ گدی کے نیچے لگے اسپرنگ ٹٹولتی ہے اور پھر ان سے ہاتھ ہٹا کر گدی کی ملائم سطح پر پھیرنے لگتی ہے۔ یہ بظاہر ایک چھوٹی سی حرکت ہے لیکن اس کے ساتھ جڑی ہوئی یادیں اور احساسات اسے لمحہ بھر کے لیے اپنی یکساں زندگی سے ہٹا کر ایک اور جہت میں لے جاتے ہیں۔ اچانک جب اس کے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ آ کر ٹھہرتا ہے اور نسیم اس کو پہچان کر اس کا نام لیتا ہے تو پورے منظر میں ایک ایسی خاموشی اتر آتی ہے جو عورت کی زندگی میں یکسانیت کے ساتھ ساتھ جذباتی تنہائی اور غیر محسوس کشمکش کی نمائندہ بن جاتی ہے۔

یہ واقعہ نہ تو بڑا ہے اور نہ ہی ڈرامائی، مگر خالدہ حسین نے اسے اس مہارت سے پیش کیا ہے کہ اس کے اندر چھپی ہوئی نفسیاتی اور جذباتی کیفیتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ "دھوپ چھاؤں" کے اس منظر سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عورت اپنی روزمرہ کی تکرار بھری زندگی میں چھوٹی چھوٹی باتوں اور لمحوں کو غیر معمولی طور پر محسوس کرتی ہے۔ یہی معمولی سے واقعات عورت کے لیے جذباتی آسودگی یا کرب کا باعث بن جاتے ہیں۔ خالدہ حسین نے اس افسانے میں یہ دکھایا کہ عورت کی نفسیات کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس کی روزمرہ زندگی کے انھی چھوٹے چھوٹے واقعات کی معنویت کو جاننا ضروری ہے، کیونکہ یہی واقعات عورت کے اندر ایک پورا جہاں آباد کرتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

جلدی بیٹھ۔ جلدی کر۔ چھوٹے بھیانے نسیم کے ساتھ بات کرتے کرتے اس کی طرف گھوم کر کہا اور پھر باتوں میں مصروف ہوگئے۔ وہ سائیکل کے کیریر پر بیٹھ گئی اور گدی کے نیچے لگے سپرنگ ٹٹولنے لگی پھر اس نے سپرنگوں سے ہاتھ ہٹالیا اور گدی کی ملائم سطح پر پھیرنے لگی اور یاد کرنے گئی کہ گجرنے کون ساگھنٹا بجایا تھا۔ اچانک کوئی دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر آن رکا اور رکا رہا۔ "ارے یہ تمھارا ہاتھ ہے عذرا" اندھیرے میں قریب کھڑے نسیم نے چھوٹے بھیا سے بات کرتے کرتے رک کر کہا اور پھر پل بھر کو بوجھل خاموشی ان کے درمیان اتر آئی"۔(۷)

خالدہ حسین نے عورت کے داخلی کرب کو مختلف حوالوں سے اجاگر کیا ہے، اور انہی میں سے ایک منفرد پہلو عورت کا بطور مصنفہ ہونا ہے۔ ان کے افسانے "وادی آج چھٹی پر ہیں " میں دادی جان کا کردار نہایت اہم ہے۔ یہ کردار اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح ایک عورت، جو تخلیقی صلاحیتوں کی حامل ہو اور بطور مصنفہ معاشرے میں اپنا مقام رکھتی ہو، سماجی رویوں اور مذہب پرستی کی آڑ میں پروان چڑھنے والے تعصبات کا شکار بنتی ہے۔ دادی جان کے کردار کے ذریعے خالدہ حسین نے عورت کے اندر پیدا ہونے والے اس باطنی اضطراب کو نمایاں کیا ہے جو اس وقت جنم لیتا ہے جب اس کی تخلیقی آزادی کو سماجی اقدار اور مذہبی شدت پسندی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ یوں یہ کردار عورت کی اس ذہنی کشمکش اور سماجی الجھنوں کا مظہر بن کر سامنے آتا ہے جو اسے مسلسل ذہنی دباؤ اور نفسیاتی اذیت میں مبتلا رکھتی ہیں۔

خالدہ حسین کی نگارشات میں عورت کی زندگی کا ہر دور نہایت باریک بینی سے بیان ہوا ہے۔ بچپن، جو عام طور پر زندگی کا سب سے خوشگوار اور سنہری زمانہ سمجھا جاتا ہے، ان کے افسانوں میں ایک خاص بہار اور معصومیت کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ انہوں نے اس دور کی ہلکی پھلکی شوخیاں، کھیل کود، اور معصوم خواہشات کو اس خوبصورتی سے بیان کیا کہ قاری کے سامنے ایک زندہ تصویر کھل جاتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ حقیقت بھی واضح کرتی ہیں کہ عورت کی زندگی کا یہ سنہری زمانہ بھی مکمل طور پر بے فکری اور سکون کا ضامن نہیں ہوتا۔ بہت سی معاشرتی قدغنیں اور خاندانی دباؤ بچپن کے اس حسین دور پر بھی اپنا سایہ ڈال دیتے ہیں۔ یوں خالدہ حسین نے اپنی تحریروں میں عورت کے وجود کو ایک ہمہ جہت اور مکمل کائنات کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک عورت کی زندگی کا ہر مرحلہ — بچپن سے بڑھاپے تک — اپنے اندر الگ الگ تجربات، خوشیاں، دکھ اور کرب لیے ہوتا ہے۔ وہ عورت کو صرف ایک سماجی کردار کے طور پر نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی ہستی کے طور پر دیکھتی ہیں جس کی باطنی کیفیات اور ذہنی الجھنیں بھی مرد کے برابر توجہ کی مستحق ہیں۔

"یہ میرے بچپن کا سنہری دور تھا جب درختوں پر کودا جاتا ہے، پتنگیں اڑائی جاتی ہیں۔ دوپٹے رنگے جاتے ہیں اور کھلے باغوں میں آنکھ مچولی اور اڈی شڑپا کھیلا جاتا ہے اور راتوں کو سنڈریلا اور گولڈی لوکس کے کارٹون دیکھے جاتے ہیں۔ سڑکوں پر گھومتے پھرتے چلغوزے اور ابلے انڈے کھائے جاتے ہیں اور سہیلیوں کے ساتھ کلی اور لڈی ڈالی جاتی ہے اور ان شہروں سے باتیں کی جاتی ہیں جو ہمارے لیے بسائے جاتے ہیں"۔(۸)

خالدہ حسین کے افسانوں میں عورت ذات کا جوانی کا دور بھی ایک خاص رنگ اور بہار کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ یہ وہ عمر ہے جس میں عورت اپنی ذات، اپنے وجود اور اپنی نسوانیت کے بھرپور احساس سے گزرتی ہے۔ جوانی عورت کی شخصیت کا وہ دورانیہ ہے جب اس کے اندر خواب، تمنائیں اور محبت کی کیفیات سب سے زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہیں۔ خالدہ حسین نے اس مرحلے کو محض ظاہری کشش یا رومانی جذبات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے عورت کی تخلیقی اور باطنی طاقت کے ساتھ جوڑا ہے۔ ان کے نزدیک جوانی عورت کے وجود کا وہ پہلو ہے جو کائنات کو نیا رنگ اور نیا مفہوم عطا کرتا ہے۔ ان کا افسانہ "جان من و جان شا " اس حقیقت کی بہترین مثال ہے۔ اس کہانی میں عورت کے وجود کو کائنات کی رعنائیوں اور معنویت کے ساتھ جوڑتے ہوئے علامہ اقبال کے مشہور مصرعے" وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ " کو حقیقت کا روپ دیا گیا ہے۔ عورت کی جوانی کو ایک ایسا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے جو نہ صرف مرد کے احساسات اور جذبات کو جلا بخشا ہے بلکہ پوری کائنات کی ترتیب اور جمالیاتی حسن میں بھی اپنا حصہ ڈالتی ہے۔

اس افسانے میں عورت کو محض محبت کا استعارہ نہیں بلکہ ایک تخلیقی اور کائناتی قوت کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ خالدہ حسین نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ عورت کا وجود کسی بھی معاشرے کی بقا، ترقی اور خوبصورتی کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ عورت کی جوانی، اس کی مسکراہٹ، اس کی قربانیاں اور اس کی خوابیدہ خواہشات، سب کائنات کے رنگوں میں شامل ہو کر زندگی کو مکمل اور حسین بنا دیتی ہیں۔ یوں خالدہ حسین کے افسانے یہ حقیقت آشکار کرتے ہیں کہ عورت کی جوانی صرف جسمانی یا رومانی بہار کا نام نہیں بلکہ ایک وسیع تر تخلیقی اور روحانی کائنات کی بنیاد ہے۔ وہ عورت کی جوانی کو اس کے وقار، اس کی شناخت اور اس کے وجود کی معنویت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"اس کے صاف شفاف چہرے کی چہکتی جلد میں، گالوں میں پڑتے ڈمپلز میں شاید چمکتے ہوئے برابر کے خوبصورت دانتوں میں جن میں سے ایک ہائنڈ ٹوتھ کونے سے ذرا جھڑا ہوا تھا یا پھر شاید یہ ان کے گھر کی چمک تھی۔ ایک سادہ، صاف ستھرا گھر معمولی فرنیچر مگر ان کے اپنے مخصوص کلچر میں رچا ہوا۔ وہ لوگ عام چیزوں کو خاص بنا دینے کا ہنر رکھتے تھے"۔(۹)

عورت کے حوالے سے خالدہ حسین نے اپنے افسانوں میں ازدواجی مسائل کو نہایت باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ وہ اپنی دیگر ہم عصر خواتین افسانہ نگاروں کی طرح اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہیں کہ شادی کے بعد عورت کو سب سے زیادہ جس مسئلے کا سامنا ہوتا ہے، وہ اپنے ہی شوہر کی بے حسی اور عدم توجہی ہے۔ یہ مردانہ معاشرہ عورت سے توقع رکھتا ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے، لیکن اس کے بدلے میں عورت کو محبت، عزت اور سکون میسر نہیں آتا۔ خالدہ حسین نے اس حقیقت کو نہایت موثر اور حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا ہے کہ ایک عورت کے لیے سب سے بڑا کرب یہ ہے کہ جس رشتے کو وہ سب سے زیادہ اہمیت دیتی ہے، وہی رشتہ اس کے لیے بے معنویت اور اذیت کا سبب بن جاتا ہے۔ ان کے افسانوں میں ایک پڑھی لکھی عورت کا دکھ بار بار ابھرتا ہے۔ یہ عورت، جو تعلیم یافتہ اور باشعور ہے، اپنی صلاحیتوں اور ذہانت کے باوجود ازدواجی زندگی میں وہ مقام حاصل نہیں کر پاتی جس کی وہ حق دار ہے۔ اس کا کرب اس کی بے چینی اور متزلزل سوچوں کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بار بار یہ سوچتی ہے کہ آخر اس کی تعلیم، اس کی محنت اور اس کی قابلیت کی کیا حیثیت ہے، جب گھر کی چار دیواری میں اسے محض ایک فرمانبردار بیوی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

خالدہ حسین نے نہایت باریک اشاروں سے یہ بھی دکھایا ہے کہ جوانی میں لڑکیوں کے لیے جو کام اور ذمہ داریاں لازمی قرار دی جاتی ہیں—مثلاً گھر کے کام کاج میں مہارت، شوہر کی خدمت، صبر و تحمل اور خاموشی—یہ سب دراصل عورت کو اس کی اصل شناخت سے محروم کر دیتے ہیں۔ عورت کو اس کے اصل وجود کے بجائے ایک فرضی اور مصنوعی کردار میں ڈھال دیا جاتا ہے تاکہ وہ مرد کی خواہشات کے مطابق جی سکے۔ یہ ایک ایسا رویہ ہے جو عورت کی نفسیات کو گہرے زخم دیتا ہے اور اس کی شخصیت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیتا ہے۔ خالدہ حسین کے افسانوں میں یہی عورت ایک طرف اپنے وجود کی پہچان کے لیے تڑپتی ہے اور دوسری طرف ازدواجی زندگی کے تضادات اور مردانہ معاشرے کی بے حسی کا شکار ہو کر خاموشی کی دیوار میں قید ہو جاتی ہے۔ یہی وہ دکھ ہے جسے خالدہ حسین نے نہایت فنکارانہ اور علامتی انداز میں قاری کے دل و دماغ پر نقش کر دیا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے خالدہ حسین لکھتی ہیں:

"لڑکیاں کھانے پکانے کی ماہر ہوں نہ ہوں (کیونکہ اکثر گھروں میں خانسامے رکھے جاتے تھے) سلائی کڑھائی اور رکھ رکھاؤ اور میل جول میں نفاست ان کے لیے لازمی تھی خصوصاً کڑھائی۔ ہر گھر میں کڑھائی والے میز پوش، پلنگ کی چادریں اور تکیوں کے غلاف جن پر سویٹ ڈریمز کاڑھا جاتا اور ٹوکریوں میں لگے پھولوں کے نمونے ہوتے اور گرمیوں کی لمبی تعطیلات میں مفسد خیالات سے بچانے کے لیے ان سے کروشیے کی لیسیں دوپٹوں کے لیے اور میز پوش اور ٹی کوزیاں اور کراس سٹچ کے سنگار میز سیٹ کڑھوائے جاتے جو مکمل ہونے پر نہایت احتیاط اور رازداری کے ساتھ مخصوص صندوقوں میں سینت دیے جاتے۔ فریدہ نے ایک اختراع یہ بھی کی کہ وہ دھاگے کے علاوہ اون سے بھی کڑھائی کرتی تھی (جو اس نے تب کے مقبول خواتین رسالے سچ کرافٹ سے سیکھا تھا) اس کا رنگوں کا ذوق بڑا اچھوتا تھا، وہ خود کپڑے رنگتی اور رنگوں میں تجربے کرتی اور اس کے ساتھ ساتھ شیکسپیئر پڑھتی"۔(۱۰)

عورت کو اکثر واہموں اور وساوس میں گھری ہوئی شخصیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تصور صرف فرد کی کمزوری کا عکاس نہیں بلکہ اس کے پیچھے پورا ایک اجتماعی اور معاشرتی نظام کار فرما ہے۔ یہ وہ رویے ہیں جو عورت کو کمزور، توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرہ صدیوں سے عورت کے گرد ایسے تصورات اور عقیدے بُن دیتا ہے جو اسے اپنی اصل شناخت سے دور کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ عورت خود کو ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے درجوں میں تو دیکھتی ہے مگر بطور ایک آزاد اور مکمل فرد اپنی پہچان سے محروم رہ جاتی ہے۔ یہ سوال ہمیشہ عورت کے وجود کا تعاقب کرتا ہے کہ: وہ خود کون ہے؟ کیا ہے؟ وہ اپنی ذات کو دوسروں کے تعلق اور رشتوں کے سائے میں پہچانتی ہے، لیکن اس کی اپنی الگ شناخت کیا ہے؟ یہ سوال آج تک مکمل طور پر حل نہیں ہو پایا۔ معاشرہ اس کی شخصیت کو صرف ایک رشتے کے تناظر میں دیکھنے پر اصرار کرتا ہے، گویا عورت اپنی ذات میں کوئی ہستی ہی نہ ہو۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

مرد کو اس معاشرتی ڈھانچے میں لامحدود اختیارات کا مالک بنا دیا گیا ہے۔ وہ عورت پر اپنی برتری اور حاکمیت قائم رکھتا ہے اور استحصال کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ مزید بر آں، اس استحصال کو جائز قرار دینے کے لیے وہ مذہب کو بھی آلہ کار بناتا ہے۔ عورت کو کمتر دکھانے اور اس پر حاکمیت قائم رکھنے کے لیے مذہب کے نام پر ایسے دلائل تراشے جاتے ہیں جن کا اصل روحِ دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ سوال آج بھی شدت سے قائم ہے کہ آخر مرد کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ مذہب یا ثقافت کے نام پر عورت کو دبا کر رکھے، اس کی آزادی سلب کرے اور اسے محض اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنائے؟ یہی وہ تضاد ہے جسے خالدہ حسین نے اپنی تحریروں میں بار بار اجاگر کیا۔ ان کے نزدیک عورت کا اصل دکھ یہی ہے کہ وہ اپنی ذات کی پہچان کی جستجو میں مسلسل سرگرداں ہے، مگر معاشرتی بندشیں اور مردانہ رویے اسے کبھی اپنی شناخت تک پہنچنے نہیں دیتے۔ خالدہ حسین اس کی مثال یوں دیتی ہیں:

"اور کیا کیا بتاؤں بھابی جی۔ ایک تو میں اس کے پاس بیٹھتا ہوں تو جیسے اس کو گولی لگتی ہے۔ اس نے گلے کی رگیں پھلائیں۔
نا، نا۔ اے زہری۔ پتہ ہے فرشتے لعنت کرتے ہیں تمام رات۔ یہ بھی فرشتوں کی کتنی زیادتی تھی کہ زہری ہی کو لعنت کرتے۔ اس کی سمجھ میں یہ بات قطعی نہیں آئی اور زہری ایک معتوب و ملعون چیز، سیاہ برقعے میں لپٹی چلی گئی"۔(۱۱)

خالدہ حسین بالکل بجا طور پر یہ کہتی ہیں کہ انسان جتنا خارج میں بستا ہے، اس سے کہیں زیادہ اپنے باطن میں بستا ہے۔ یہی فلسفہ ان کے افسانوی اسلوب اور کردار نگاری کی بنیاد ہے۔ ان کے افسانوں کے نسائی کردار بھی اسی حقیقت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ عورتیں بظاہر تو معاشرتی بندشوں، ازدواجی مسائل اور گھریلو ذمہ داریوں کے حصار میں نظر آتی ہیں لیکن اصل میں ان کی زندگی کا بڑا حصہ ان کے اپنے باطن میں گزرتا ہے۔ وہ اندر ہی اندر سوال کرتی ہیں، سوچتی ہیں، تجزیہ کرتی ہیں اور اپنی ذات کی کھوج میں مسلسل مصروف رہتی ہیں۔ اگرچہ خالدہ حسین نے عورت کو انسانی معاشرے کا ایک انتہائی مظلوم، مجبور اور بے بس وجود ثابت کیا ہے، لیکن ان کی تحریروں میں صرف دکھ اور محرومی کی تصویر ہی نہیں ملتی۔ ان کی کہانیوں میں ایک ایسی روشنی کی کرن بھی جھلکتی ہے جو عورت کی اپنی شناخت کی جستجو کو تقویت دیتی ہے۔ یہ امید اگرچہ موہوم ہوتی ہے لیکن یہ عورت کے وجود کو بامعنی بنانے کا سامان فراہم کرتی ہے۔ وہ عورت، جو بظاہر زندگی کے کرب اور بے معنویت کا شکار ہے، اپنے باطن میں اپنی ذات کو دریافت کرنے کی جدوجہد میں ایک نیا حوصلہ پاتی ہے۔ یہی وہ اطمینان بخش احساس ہے جو خالدہ حسین کے افسانوں کو محض المیہ کہانیوں سے مختلف بناتا ہے۔ ان کے کردار قاری کو یہ باور کراتے ہیں کہ عورت کی اصل زندگی صرف سماجی ذمہ داریوں یا مردانہ معاشرے کی محکومی میں نہیں بلکہ اس کے اندرونی شعور اور اپنی شناخت کی تلاش میں پنہاں ہے۔ یہ جستجو اگرچہ مشکل اور پیچیدہ ہے، لیکن یہی عورت کے وجود کو معنویت بخشتی ہے اور اسی کے ذریعے وہ اپنے وجود کی تکمیل کی جانب بڑھتی ہے۔

منشی پریم چند کو بجا طور پر اپنے معاشرے کا نباض کہا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے افسانوں میں ہندو سماج کی تہہ داری، اس کے دکھوں، محرومیوں اور تضادات کو نہ صرف موضوع بنایا بلکہ اصلاح اور ترقی کے لیے عملی راستے بھی دکھائے۔ وہ محض کہانی کار نہیں تھے بلکہ اپنے دور کے سماجی شعور کے ترجمان اور قوم کی تعمیر کے خواہاں تھے۔ اسی تناظر میں جب ہم خالدہ حسین کی تخلیقی دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے معاشرے کی نباض ہیں۔ ان کے افسانوں میں جیتے جاگتے انسان جلوہ گر ہیں جو محض فرضی کردار نہیں رہتیں بلکہ اسی معاشرے کے باسی ہیں جن کی زندگیوں میں دکھ، الجھنیں اور تکالیف رواں دواں ہیں۔ خالدہ حسین کی تخلیقی بصیرت یہ ہے کہ وہ انسانی کرب کو محض بیان کرنے تک محدود نہیں رہتیں بلکہ اسے قاری کے شعور تک اس طرح منتقل کرتی ہیں کہ قاری خود کو ان کرداروں میں پہچاننے لگتا ہے۔ وہ عورت اور مرد دونوں کے باہمی تعلقات، سماجی ناانصافیوں، ذہنی پیچیدگیوں اور وجودی سوالات کو افسانے کا موضوع بناتی ہیں تاکہ انسان اپنے مسائل کے اسباب اور ان کے ممکنہ حل کی طرف متوجہ ہو۔ ان کے نزدیک ادب کا مقصد صرف تفریح نہیں بلکہ زندگی کی تعمیر اور اصلاح ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جیسے پریم چند نے اپنے معاشرے کے دکھوں کو زبان دی، ویسے ہی خالدہ حسین نے بھی پاکستانی معاشرے کی سماجی، نفسیاتی اور وجودی پیچیدگیوں کو کہانی کے قالب میں ڈھالا۔ ان کے افسانے ایک ایسے پاکستان کے خواب کو حقیقت بنانے کی کوشش ہیں جہاں عورت اور مرد دونوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں، جہاں انسان اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں نہ ہو بلکہ سکون، تحفظ اور اعتماد کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانے محض تخلیقی کاوشیں نہیں بلکہ فکری اور سماجی سطح پر نمایاں قدر و قیمت کے حامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ تحسین بی بی، پاکستانی اردو افسانے میں سیاسی شعور: ۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۱ء، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اُردو) نمل، اسلام آباد، ۲۰۱۳ء، ص: ۳۵۹

۲۔ خالدہ حسین، شہر پناہ: مشمولہ: پہچان، فیروز سنز لمٹڈ، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص: ۳۰

۳۔ تحسین بی بی، پاکستانی اردو افسانے میں سیاسی شعور، ۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۱ء، ص: ۳۴۲

۴۔ طاہرہ اقبال، پاکستانی اُردو افسانہ: سیاسی و تاریخی تناظر میں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص:۲۸۷

۵۔ خالدہ حسین، تفتیش، مشمولہ: دروازہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاور، ۲۰۰۸ء، ص:۱۸۷

۶۔ خالدہ حسین، مصروف عورت، مشمولہ: مصروف عورت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۳۶۰

۷۔ خالدہ حسین، دھوپ چھاؤں، مشمولہ: دروازہ، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۱۰۶

۸۔ خالدہ حسین، دادی آج چھٹی پر ہیں، مشمولہ: جینے کی پابندی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص:۱۰۸

۹۔ خالدہ حسین، جان من و جاں شما، مشمولہ: جینے کی پابندی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص:۳۴

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ خالدہ حسین، چینی کا پیالہ، مشمولہ: پہچان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۱۱۸

۱۲۔ تحسین بی بی، پاکستانی اُردو افسانے میں سیاسی شعور، ۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۱ء، ص:۳۶۶

References in Roman Script:

1. Tahseen Bibi, *Pakistani Urdu* Afsanay Mein Siyasi Shaoor*: 1947 ta 2011*, Tehqeeqi Maqala baraye PhD (Urdu), NUML, Islamabad, 2013, s:359
2. Khalida Hussain, Shehr Panah: Mashmoola: Pehchan, Feroz Sons Ltd, Karachi, 1981, P:30
3. Tahseen Bibi, *Pakistani Urdu* Afsanay Mein Siyasi Shaoor*: 1947 ta 2011*, s:342
4. Tahira Iqbal, *Pakistani Urdu* Afsana: Siyasi o Tareekhi *Tanazur Mein*, Fiction House, Lahore, 2015, s:287
5. Khalida Hussain, Tafteesh, Mashmoola: Darwaza*,* Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2008, s:187
6. Khalida Hussain, Masroof Aurat, Mashmoola: Masroof Aurat, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2008, s:360
7. Khalida Hussain, Dhoop Chhao, Mashmoola: Darwaza*,* Sang-e-Meel Publications, 2008, s:106
8. Khalida Hussain, Dadi Aaj Chhutti Par Hain, Mashmoola: Jeenay Ki Pabandi, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2017, s:108
9. Khalida Hussain, Jan Man o Jan Shuma, Mashmoola: Jeenay Ki Pabandi, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2017, s:34
10. Ibid
11. Khalida Hussain, Cheeni Ka Pyala, Mashmoola: Pehchan, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2008, s:118
12. Tahseen Bibi, Pakistani Urdu Afsanay Mein Siyasi Shaoor*: 1947 ta 2011*, s:366